OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 1,Jan -June 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.01.0069 , PP: 108-123

# حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے کے ارھاصات و مبشرات اور ان کی حکمتیں

# Irhaasaat & Mubashirat and their Mysteries before the Birth of Holy Prophet (PBUH)

**Published:** 10-07-2021
**Accepted:** 26-05-2021
**Received:** 25-04-2021

***Khawaja Awais Ahmad***
*Lecturer Higher Education Department Aj&k;PhD Scholar Hazara University Mansehra*
*Email: awaisusman98@gmail.com*

***Bashir Ahmad Malik***
*lecturer Islamic studies university of azad jammu and Kashmir*
*Email: malikbashir661@gmail.com*

## Abstract

*Seerah books usually start with the illustration of the beginning, geographical and changing circumstances and conditions of Arabia over time. In this context, the scenarios and events before and after the birth of Holy Prophet (PBUH) are used to mention in detail. Many articles are mentioned in this regard, which are related to irhaasaat and Mubashirat.This is concerted fact that the resurrection of the Holy Prophet (PBUH) is a great event. It is such a grand event that the history for future would be incomplete without mentioning this event and the affairs related to it. The revival of a leader to bring humanity out of the pit of humiliation was the fortune for the world and its people. Holy Prophet PBUH not only showed the righteous path to strayed humanity but also effected the geographical and social affairs deeply. In this regard Allah ta'ala started showing good signs of the arrival of Holy Prophet (PBUH) before his birth.*
*These events appearing as greetings contained many wisdoms for the people of that time in particular and for descendants in general, the knowledge of which is necessary to get benefited from the Prophet's prophecy. In this article after the literal and terminological introduction of the Irhaasaat and Mubashirat happened before the birth of the Holy Prophet (PBUH) and their wisdoms are mentioned.*

***Key Words:***Irhaasaat,Mubashirat,Mysteries,Birth,Seerah

## تمہید:

مالکِ کون و مکاں کی سنت ہے کہ کائنات میں رونما ہونے والی ہر تبدیلی سے پہلے عقل والوں کے لیے کچھ علامات کا

CC BY

ظہور فرماتا رہتا ہے۔ جیسے بہار کی آمد سے پہلے باغوں میں پھول کلیاں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ خوشگوار ہوائیں اور بادلوں کی گرج چمک بارانِ رحمت کی آمد کی خوشخبری دے رہے ہوتے ہیں۔ طلوعِ سحر نوید صبح بن کر آتی ہے۔ افق پر رقص کرتی روشنی طلوعِ آفتاب کے لیے ماحول سازگار کر رہی ہوتی ہیں۔ بعینہٖ آفتابِ نبوت کے طلوع ہونے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی بے شمار علامات کا ظہور فرمایا کہ انسانیت یہ جان لے کہ وہ سرچشمۂ ہدایت جس کی بشارت تورات و انجیل میں سنائی جاتی رہی اب مبعوث ہونے والا ہے۔ یہود نے جس کے استقبال کے لیے یثرب کو مسکن بنایا تھا انہیں معلوم ہو کہ ان کا انتظار ختم ہونے والا ہے۔ اہل کلیسا آگاہ ہو جائیں کہ ان کا راج اسی صورت ہی قائم رہ سکتا ہے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ سلم، جن کی بشارت انجیل میں بھی فارقلیط نام سے موجود ہے، کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیں۔ یہ وہ نشانیاں تھیں جو آتش کدوں کو آگاہ کر رہی تھیں کہ خیر و شر کا یکتا خالق اب ان کی آتش کو گل کرنے والا ہے۔

حدیث کے شارحین اور سیرت نگار، نبوت کی ان علامات کو مبشراتِ نبوت یا اِرہاصات سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ غیر معمولی واقعات و حوادث ہیں جن کا ظہور ولادتِ باسعادت کے وقت یا اس سے پہلے رونما ہوا۔ ان واقعات کا ایک بڑا مقصد اس امر کا اشارہ تھا کہ ایک بلند مرتبہ ہستی کا ظہور ہونے والا ہے۔ وہ ذات جس کی غلامی کے آگے تمام بادشاہیوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ نبوت کے سلسلے کی آخری کڑی اب آنے کو ہے۔ آدم علیہ السلام سے ہدایت کی جو روشنی چلی تھی اس کی تکمیل ہونے والی ہے۔

کتبِ سیرت کا آغاز عموماً عرب کی ابتداء، جغرافیہ اور ان کے ارتقاء سے کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے قبل کے حالات واقعات کا تذکرہ ہوتا ہے اور بعدازاں ولادتِ مبارکہ اور اس کے مابعد ادوار و حوادث کا ذکر آتا ہے۔ اس تفصیل کے ضمن میں بہت سے ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جن کا تعلق اِرہاصات و مبشرات کے ساتھ ہے۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ایک بہت عظیم واقعہ ہے۔ ایسا واقعہ کہ آئندہ دنیا کی تاریخ اس واقعہ اور اس پر مرتب ہونے والے امور کے تذکرے کے بغیر ادھوری ہے۔ انسانیت کو ذلت کے گڑھے سے نکالنے کے لیے ایک ہادی و رہبر کی آمد دنیا و اہل دنیا کی خوش بختی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدِ مبارک سے قبل ہی آپ کی تشریف آوری کے لیے کچھ اقدامات فرمائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبالیہ کے طور پر وقوع پذیر ہونے والے ان واقعات میں اس وقت کے انسانوں کے لیے بالخصوص اور بعد میں آنے والوں کے لیے بالعموم بہت سی حکمتیں تھیں جن کا علم فیضانِ نبوت سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے۔ ذیل میں اِرہاصات و مبشرات کے لغوی و اصطلاحی تعارف کے بعد اِرہاصات اور ان کی حکمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے اس مقالہ میں صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے پہلے کے اِرہاصات و مبشرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

**اِرہاص کے لغوی معنی:۔**

إرھاص مادہ (ر،ہ،ص) سے باب افعال کا مصدر ہے۔ رھص کا لفظ لغت میں مندرجہ ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ رِھصٌ بکسر الراء اس مٹی کو کہتے ہیں جس سے کچھ تعمیر کی جائے۔

۲۔رَھصٌ بفتح الراء زور دار طریقے سے نچوڑنا۔

۳۔الرّهص بمعنی ملامت کرنا۔کہا جاتا ہے رهصنی فلانٌ فی أمرِ فلان ،أی لَامَنِی اس کا مصدر الرَّهصة آتا ہے۔

۴۔الرَّهصُ بمعنی الاستعجال۔کہا جاتا ہے۔رَهَصَنِی فی الأمرِ،أی استعجَلَنِی فیه۔

۵۔بمعنی أخذ شدید کہا جاتا ہے۔رَهَصَنِی فلان بحقه أی أخذنی أخذاً شدیداً[1]

إرھاص لغت میں اثبات کے معنی میں آتا ہے۔کہا جاتا ہے۔أَرْهَصَ الشَّیءَ ،إِذَا أَثْبَتَه و أَسَّسَه،إرهاص النبوّة کا لفظ اسی فعل سے ہے۔[2] اور لغوی معنی کے ساتھ اس کی مناسبت بھی پائی جاتی ہے کہ اِرھاصاتِ نبوت کا بنیادی مقصد بھی اثبات و تاسیسِ نبوت ہے۔

والإِرْهاصُ الإِثبات،واستعمله أَبو حنيفة في المطر فقال:وأَمّا الفَرْغُ المقدّم فإِنّ نَوْءَه من الأَنوءِ المشهورة المذكورَةِ المحمودة النافعة لأَنّه إِرهاصٌ لِلْوَسمِیّ۔قال ابن سيده و عندی أنه يُريد أَنّه مُقدّمةله وإِيذانٌ به۔والإِرهاصُ على الذنب الإِصرارُ عليه وفی الحديث وإِنَّ ذنْبَه لم يكن عن إِرهاصٍ أَیْ عن إِصرارٍ وإِرْصادٍ وأَصْلُه من الرّهْصِ وهو تأْسِيْسُ البُنْيانِ[3]

ترجمہ: ارہاص اثبات (دلالت) کے معنی میں بھی آتا ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ لفظ بارش کے بارے میں کلام کرتے ہوئے استعمال کیا ہے کہ: ''رہا فرغ مقدم (کواکب کا ایک مجوعہ) تو اس کی بارش نافع اور فائدہ مند مشہور ہے کیوں کہ یہ وسم (سبزہ اگانے والی بارش) کی آمد کی نوید ہے''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ (یہاں إرھاص سے) مراد بارش کا مقدمہ اور اس کی آمد کی اطلاع ہے۔الإرهاصُ على الذنب گناہ پر اصرار کرنے کے معنی میں ہے۔حدیث میں بھی آیا ہے کہ ''اس کا گناہ اصرار کے زمرے میں نہیں ہے''اس کی اصل رھص ہے جس کا مطلب ہے عمارت کی بنیاد رکھنا۔

**إرھاص کے اصطلاحی معنی:۔**

۱۔ما يظهر من الخوارق عن النبی عليه السلام قبل ظهوره،کالنور الذی کان فی جبين آباء نبينا صلی الله عليه وسلم

ترجمہ: (إرھاص کے اصطلاحی معنی ہیں) وہ امور جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے خلاف عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ظاہر ہوئے۔

۲۔إحداثُ أمرٍ خارقٍ للعادة دالٍّ علی بعثة نبيٍ قبلَ بعثته

ترجمہ: (إرھاص) ایسے خلاف عادت معاملے کا ظاہر ہونا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس پر دلیل بن کر ظاہر ہو۔

۳۔هو ما يصدر من النبی قبلَ النبوة مِنْ أمرٍ خارقٍ للعادة،قيل إنها مِنْ قبيلِ الكراماتِ ،فَإِنَّ الأنبياءَ قبلَ النبوة لا يقصرون عن درجة الأولياء۔[4]

ترجمہ: (إرھاص وہ امر) جو نبوت سے پہلے نبی سے خلاف عادت صادر ہو،ایک قول یہ بھی ہے کہ إرھاصات کا تعلق کرامات سے ہے کیوں کوئی بھی نبی نبوت ملنے سے پہلے بھی کسی ولی سے کم درجہ تو نہیں ہوتا۔

۴۔شرعاً قسم من الخوارق،وهو الخارق الذی يظهر من النبی قبل البعثة،سمّی به لإن الارهاص فی

اللغة بناءُ البيت،فكأنه بناء بيت إثبات النبوة،كذا فی حواشی شرح العقائد-[5]

ترجمہ: (اِرھاص) شریعت میں خوارق (خلاف عادت امور جو منجانب اللہ ظاہر ہوتے ہیں خواہ کسی نبی کے ہاتھ پر یا کسی ولی کے ہاتھ پر) میں سے ہیں۔وہ ایسی خلاف عادت چیز کو کہتے ہیں جو بعثت سے پہلے نبی سے ظاہر ہوتی ہے۔ان امور کو اِرھاص کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیوں کہ اِرھاص لغت میں مکان بنانے کو کہتے ہیں، پس گویا کہ اِرھاص نبوت کو ثابت کرنے کے مکان کی بنیاد ہے۔شرح عقائد کے حواشی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

**مبشرات کے لغوی معنیٰ:۔**

مبشرات مادہ(ب، ش،ر) سے باب تفعیل سے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے۔ب، ش، ر کا مادہ لغت میں مندرجہ ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ا۔البَشْرُ بفتح الباء وسکون الشین بمعنی قشر چھلکا استعمال ہوتا ہے۔اسی معنی میں باب نصر سے چھلکا اتارنے کے معنی دیتا ہے۔

۲۔باب نصر سے ہی خوشخبری کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جبکہ باب افعال، تفعیل خوشخبری دینے کے متعدی معنی میں آتا ہے جیسے قرآن پاک میں آتا ہے أَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ اور جب باب استفعال میں لے جائیں تو استبشار خوش ہونے کے معنی میں آتا ہے۔جیسے قرآن حمید میں ہے:﴿فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ﴾[6]

**لفظ مبشرات کے اصطلاحی معانی:**

مبشرات عربی میں ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو بادلوں کو لے کے چلتی ہیں اور بارش کی خوشخبری سناتی ہیں۔قرآن پاک میں بھی مبشرات کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾[7]۔اگرچہ یہاں مبشرات کے معنی ہوائیں ہے مگر لغوی معنی ملحوظ ہے یعنی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔

علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں مبشرات کا لفظ ایک اور معنی کے لیے استعمال ہوا ہے مشہور روایت ہے جس کا ذکر کثرت سے احادیث میں آتا ہے:

"أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول ( لم يبق من النبوة إلا المبشرات ) .
قالوا وما المبشرات ؟ قال ( الرؤيا الصالحة)"[8]

اس روایت میں مبشرات عام امتیوں کو آنے والے خوابوں کو کہا گیا ہے۔[9] یہاں بھی لغوی معنی بایں طور ملحوظ ہے کہ غیر نبی کو جب سچا خواب دکھایا جاتا ہے تو گویا وہ اس کے لیے ایک خوشخبری ہے کہ اسے نبوت کے اجزاء میں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے۔

فن سیرت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سابقہ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور ان کی کتابوں کی بشارتوں کو مبشرات کے عنوان سے ایک ذیلی باب میں ذکر کیا جاتا ہے۔مجلّہ جہات الاسلام میں محمد یاسین مظہر صدیقی کا ایک آرٹیکل بعنوان "مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی میں مخطوطات سیرت" شائع ہوا ہے۔اس آرٹیکل کے ذیل میں موصوف نے مبشرات نبوی کا ایک ذیل عنوان قائم کیا ہے جس وہ رقم طراز ہیں:

"ماہرین فن سیرت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی

کتابوں کی بشارتوں کو فنِ سیرت کا ایک ذیلی باب بنایا ہے اگرچہ عام طور پر محدثین اور سیرت نگار ان کو اپنی کتابوں کا خاص باب بناتے ہیں۔ بہر حال سیرت نگاری کا یہ رجحان قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے اور تمام معتبر کتبِ حدیث و سیرت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مبشرات یا بشارتیں ملتی ہیں۔ متعدد اہل قلم نے ان ہی پر خاص تالیفات چھوڑی ہیں۔ ان کے مختلف مخطوطات، ضخیم و مختصر، مختلف کتاب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ مولانا آزاد لائبریری میں وہ بہت کم ہیں۔"[10]

**مبشرات وإرھاصات میں فرق اور مترادفات:**

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق فن سیرت میں مبشرات سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام سے وارد شدہ وہ خوشخبریاں اور علامات ہیں جو انہوں نے رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ذکر فرمائیں۔ سیرت نگار مبشرات کے عنوان سے انہیں خوشخبریوں اور علامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جبکہ إرھاصات ان واقعات و حوادث کو کہا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا بعثت سے پہلے رونما ہوئے ہیں ان کو عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور بعثت سے قبل کے واقعات بیان کرتے ہوئے ذکر کر دیا جاتا ہے اور إرھاصات کے نام سے کوئی ذیلی عنوان قائم نہیں کرتے البتہ بعض اوقات کسی واقعہ کے إرھاص ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ یہ ایک دقیق فرق ہے لیکن عموماً مصنفین ان دونوں اصطلاحات کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے رہتے ہیں اور إرھاصات و مبشرات کو ایک ساتھ بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات ان اصطلاحات کے لیے مقدماتِ بعثت، نبواتِ رسالت اور بشارات وغیرہ کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

**إرھاصاتِ نبوت محمدیہ**

**حضرت عبدالمطلب کا خواب:۔**

ابو نعیم روایت کرتے ہیں ابو طالب نے حضرت عبدالمطلب سے ان کا یہ خواب روایت کیا ہے کہ ایک دن میں سو رہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا جس سے میں بہت ڈر گیا تو میں قریش کی ایک کاہنہ کے پاس آیا اور اس سے کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک درخت اگا ہے جس کا بالائی حصہ آسمان کو چھو رہا ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں (اور اس سے ایسی روشنی نکل رہی ہے) جو سورج کی روشنی سے بھی ستر درجے بڑھ کر ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ عرب اور عجم اس کو سجدہ کر رہے ہیں اور وہ روشنی ہر لحہ اپنی عظمت، نور اور بلندی کے اعتبار سے بڑھ رہی ہے۔ کبھی وہ روشنی چھپ جاتی ہے اور کبھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ میں قریش کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ اس درخت کی شاخوں سے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ اس درخت کو کاٹنے کے درپے ہیں، یہ کاٹنے والے جب بھی اس درخت کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوبصورت نوجوان جس سے خوبصورت اور خوشبودار بندہ میں نے کبھی نہیں دیکھا، ان کو پکڑتا ہے اور ان کی کمر توڑتا ہے اور ان کی آنکھیں نکال دیتا ہے۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ میں بھی اس درخت میں سے کچھ حصہ حاصل کر سکوں پر میں نہیں پا سکتا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ کس کے لیے ہے تو کہا گیا یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کے ساتھ معلق ہیں اور تم سے سبقت لے گئے ہیں، پھر میں جاگ گیا اس حال میں کہ میں خوف زدہ اور ڈرا ہوا تھا۔

عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں نے یہ خواب بیان کر کے کاہنہ کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ متغیر ہو چکا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ تم نے سچ کہا ہے تمہاری صلب سے ایک ایسا شخص نکلے گا جو مشرق و مغرب پر بادشاہت کرے گا اور لوگ اس کا دین اختیار کریں

گے۔ عبدالمطلب یہ خواب ابو طالب سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاید میرا وہ بیٹا تم ہی ہو۔ ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ بات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم وہ درخت ابو القاسم امین ہیں تو ان سے کہا گیا کہ پھر آپ ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے تو انہوں نے کہا کہ عار اور برا بھلا کہے جانے کی وجہ سے۔[11]

ابو نعیم ایک ضعیف سند کے ساتھ حضرت عباس کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب میرے بھائی عبداللہ جن کے چہرے پر سورج کی روشنی کی طرح ایک نور تھا، کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ اس مولود کی عظیم شان ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پرندہ اپنے گھونسلے سے نکل کر اڑا اور مشرق و مغرب تک پہنچ گیا پھر لوٹا اور کعبہ پر بیٹھ کر سجدہ ریز ہو گیا اور قریش اسے سجدہ کرنے لگے پھر وہ آسمان اور زمین کے درمیان اڑنے لگا۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بنی مخزوم کی ایک کاہنہ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو تمہاری صلب سے ایک بچہ پیدا ہوگا اور مشرق و مغرب والے اس کے تابع فرمان ہوں گے۔[12]

نبوت محمدی کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی دوسرے نے جو خواب دیکھے (مثلاً آپ کے دادا نے یا کسریٰ نے) یہ بھی مقدمات بعثت کی ایک کڑی تھی۔ خواب ایک غیر ارادی امر ہوتا ہے اس میں دکھائی دیئے جانے والے امور پر اعتماد ایک فطری امر ہے۔ انسان عموماً خواب میں اپنے ساتھ پیش آنے والے حالات اور دن بھر کی افکار کے مطابق اشیاء دیکھتا رہتا ہے جو اس کے لاشعور میں گردش کرتی رہتی ہیں۔ مگر جب اس سب سے ہٹ کر ایسا عجیب معاملہ دیکھے کہ جس کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا تو یہ اس نظر آنے والی چیز کی اہمیت کو اس کے دل میں جاگزیں کر دیتا ہے۔ قدیم دور میں لوگ خوابوں اور ان کی تعبیروں پر بہت یقین رکھتے تھے اور ان کے نزدیک خواب بھی ایک ذریعہ و وسیلہ تھا کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کا۔ لہٰذا اللہ پاک نے اپنے حبیب کی نبوت کو اس ذریعے سے بھی ثابت فرمادیا تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

علامہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک "محمد" تجویز کیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نام کیوں رکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے امید ہے ساری دنیا والے ان کی تعریف کریں گے۔ علامہ سہیلی عبدالمطلب کے اس جواب کی وجہ لکھتے ہیں کہ یہ بات عبدالمطلب نے اپنے اس خواب کی وجہ سے کہی تھی جو انہوں نے دیکھا تھا۔[13] اس خواب سے یہی خواب مراد ہے جس کی تفصیل ہم نے اوپر ذکر کی ہے۔

**حضرت عبداللہ پر معاندینِ رسول کا حملہ:**

جب یہود کو بتحقیق یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ پیدا ہو چکے ہیں تو احبارِ یہود اور ان کے خاندان کے ستر آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ مکہ جا کر جب تک حضرت عبداللہ کو قتل نہ کر دیں واپس نہ آئیں گے۔ چنانچہ رات کو وہ سفر میں رہتے اور صبح کو چھپ رہتے۔ مضافات مکہ میں پہنچ کر موقع کے منتظر رہنے لگے۔ ہر وقت نگاہ رکھتے۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے حضرت عبداللہ کو صحرائے مکہ میں شکار کھیلتے دیکھ لیا فوراً انہیں ہلاک کرنے کے ارادے سے دوڑے۔ وہب بن عبد مناف کو خبر ہوئی تو عربوں کی ایک جمعیت لے کر حرکت میں آ گئے۔ کہنے لگے اس بات کو ہم کیسے روا رکھ سکتے ہیں کہ اشرافِ قریش میں سے کوئی آدمی احبارِ یہود کی طرف سے ہلاک کیا جائے، چنانچہ اپنے مطیع و منقاد لوگوں کی ایک جماعت لے کر حضرت عبداللہ کو چھڑانے کے لیے دوڑے، دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت اُتری ہے جو اہل زمین سے مشابہ نہیں تھی اور یہود کی اس جماعت کے دفع و قتل میں سعیِ بلیغ کر رہی تھی۔ وہب نے دیکھا تو فوراً گھر آ کر اپنی بیوی برّہ کو حضرت عبداللہ سے اپنی لڑکی آمنہ کے نکاح کی پیش کش کے

لیے بھیجا۔

جب برہ عبد المطلب کے پاس گئیں تو غرض و غایت بیان کی۔ عبد المطلب نے اُسے قبول کر لیا اور کہا کہ جس لڑکی کے نکاح کے لیے تم آئی ہو عبداللہ کے سوا اس کا نکاح کسی سے مناسب نہیں۔ چنانچہ اسی جلدی میں حضرت آمنہ جو قریش کی عورتوں میں عفت و جمال کے لحاظ سے سردار تھیں، کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہو گیا۔[14]

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حاصل تھی، اور یہود جس نور کو دور نبوت میں گل کرنے کے ساعی تھے یہ ان کی قدیم روش تھی جو آپ کے والد کریم کی دشمنی کو بھی شامل تھی لہٰذا ان کا رویہ نیا نہیں جس سے پریشان ہوا جائے یہ نبوت محمدی اور اس کے پیروکاروں کے ازلی دشمن ہیں۔

**واقعۂ فیل:**

حضرت عبدالمطب کی زندگی میں عظیم واقعہ پیش آیا جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر لشکر کشی کی۔ ابرہہ نے پہلے خوبصورت عظیم الشان گرجا تعمیر کیا گرجے کو ہیرے جواہرات سے مرصع کیا کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں لیکن بیت اللہ کے شیدائیوں نے گرجے کو ایک نظر بھی اٹھا کر نہ دیکھا۔ ابرہہ کی خواہش تھی کہ اب لوگ خانہ کعبہ کی بجائے اس کے بنائے ہوئے گرجے کی پوجا کریں۔ لہٰذا اس نے کعبہ کی زیارت کو آنے والے قافلوں کو روکنا شروع کر دیا، لیکن اس کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہوئی تو نفرت کی آگ میں جل کر کہنے لگا کہ اب میں خانہ کعبہ کو (نعوذ باللہ) گرادوں گا۔ یہ خبر پورے عرب میں آگ کی طرح پھیل گئی اور پھر ابرہہ (حبشی) والیٔ یمن ایک کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے ساتھ ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے نکل پڑا۔ ابرہہ اپنے لشکر کے ساتھ طائف پہنچا تو یہاں کے باشندوں نے اس کی اطاعت کر لی۔ اب ابرہہ وادیٔ مکہ میں آکر ٹھہر گیا۔ یہاں سے ابرہہ نے اپنے سواروں کا ایک دستہ اہل مکہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اہل مکہ کو خوفزدہ کرسکے۔ اس دستے نے خوب لوٹ مال کی اور لوگوں میں خوف و ہراس پھیلایا۔ لوگوں کا بہت سارا مال اور جانور لوٹ کر لے گئے۔ اِن میں عبدالمطلب کے سو اونٹ بھی شامل تھے۔ اس کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک سپاہی حناط صمیری کو عبدالمطلب کو بلانے کے لیے بھیجا۔ جب حناط عبدالمطلب کو لے کر ابرہہ کے پاس آیا تو ابرہہ نے عبدالمطلب کو دیکھ آپ کی بہت تعظیم کی اور تخت سے نیچے اُتر کر قالین پر بیٹھ گیا اور عبدالمطلب کو بھی اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور پوچھا کیا کام ہے؟ تو عبدالمطلب بولے آپ کے سپاہی میرے اونٹ لے آئے ہیں میں اُنہیں لے واپس لینے آیا ہوں۔ اس پر ابرہہ بہت زیادہ حیران ہوا کہ تمہیں اپنے اونٹوں کی تو پرواہ ہے لیکن خانہ کعبہ کا کچھ خیال نہیں جسے میں گرانے آیا ہوں، جو تمہاری اور تمہارے آباؤاجداد کی عبادت گاہ ہے۔ فہم و فراست کے مالک جناب عبدالمطلب نے کہا: میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور میں اُنہیں ہی لینے آیا ہوں اور جس گھر کو تم گرانے آئے ہو اس کا بھی ایک مالک ہے اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا تو حبشی ابرہہ غرور سے بولا ''اب میرے شر سے کوئی بھی کعبہ کو نہیں بچا سکتا میں کعبے کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا'' اس پر عبدالمطلب بولے تُو جان اور کعبے کا مالک جانے۔ یہ کہہ کر عبدالمطلب واپس مکہ گئے اور قریش کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ ابرہہ کے پاس ہزاروں کا لشکر ہے جس کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا اب بہتر یہی ہے کہ آپ تمام لوگ مکہ سے نکل کر پہاڑوں، غاروں اور بلند جگہوں پر چلے جائیں تاکہ ابرہہ کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اس کے بعد عبدالمطلب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ آئے اور غلاف کعبہ پکڑ کر، ابرہہ اور اس کے لشکر سے حفاظت کی دعا کرنے لگے:

''اے اللہ بندہ بھی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما ایسا نہ ہو کہ صلیب کل تیرے گھر پر غالب آجائے اور اس میں نصب کر دی جائے۔اور اگر تو ان کو اور ہمارے قبیلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے تو جس طرح تیری مرضی ہو تو اس طرح کر''۔

اور پھر جب قریش حرم سے نکل گئے اور اصحاب فیل نے حملہ کیا تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: '' بخدا اللہ تعالیٰ کے حرم سے ہر گز نہیں نکلوں گا کہ اس کہ علاوہ کسی اور جگہ عزت تلاش کروں، میں تو اللہ تعالیٰ کے بدلے میں اور کسی چیز کا خواہشمند نہیں ہوں'' لہٰذا عبدالمطلب اصحاب الفیل کے معاملہ کے اختتام تک وہیں تشریف فرما رہے۔قریش ان کی اس ہمت اور صبر اور کعبۃ اللہ کے ساتھ لگاؤ کے معترف ہوگئے اور ان کے دل میں حضرت عبدالمطلب کی قدر اور بڑھ گئی۔

الغرض جب ابرہہ نے فوج اور ہاتھیوں کو روانہ کرنے کا حکم دیا تو جب ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کرتے وہ بیٹھ جاتا اور جب اُس کا منہ کسی اور جانب کرتے تو وہ تیزی سے بھاگنا شروع کر دیتا۔ہاتھی کو بہت مارا گیا، وہ زخمی ہو گیا مگر آگے بڑھنے سے انکاری رہا۔اسی دوران سمندر کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے کنکریاں اٹھائے ابابیلوں کے غول کے غول بھیجے، ایک کنکری منہ میں اور دو پنجوں میں اٹھائے یہ ابابیل ابرہہ کے لشکر کے اوپر حملہ آور ہوئے اور کنکریوں کی برسات کر دی۔کنکری کا حجم چنے اور مسور کے دانوں کے برابر تھا۔یہ کنکری جس کے سر پر پڑتی اُس کے فولادی خود کو چیرتی ہوئی اُس کے جسم سے پار ہو جاتی۔ابرہہ کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، اُن کو واپسی کا راستہ نہیں مل رہا تھا، خدا کا ہولناک عذاب جاری تھا، ابرہہ کے ہاتھی اور لشکری برباد ہو گئے، خود ابرہہ واپس بھاگنے لگا مگر اس کی حالت بہت خراب ہو گئی، وہ خطرناک بیماری کا شکار ہو گیا جس کی وجہ سے اُس کا جسم گلنے لگا اور جسم میں پیپ پڑ گئی جس سے غضب کی بُو آنے لگی اُس کا جسم پرندے کے چوزے جیسا ہو گیا تھا۔آخر میں سینہ پھٹا، دل نکلا اور وہ بھی پھٹ گیا اس طرح وہ اذیت ناک موت کا شکار ہوا[15]

یہ واقعہ سرتاج الانبیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پچاس یا پچپن دن پہلے ماہ محرم میں پیش آیا۔اس واقعے کی وجہ سے دنیا کی نگاہیں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔قدرت کی طرف سے واضح پیغام دیا گیا کہ قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو عزت واحترام کے لیے چُن لیا ہے لہٰذا آئندہ اِس شہر سے کسی انسان کا دعویٔ نبوت اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہوگا۔

قصۂ اصحاب فیل میں ایک یہ بھی اشارہ تھا کہ ابرہہ کا لشکر غالب آجاتا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو قید کر لیا جاتا اور وہ غلام بنا لیے جاتے اور سرتاج الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر حمل و طفولیت کی حالت میں غلامی کا دھبہ لگ جاتا، اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کی عظمت اور حرمت کو قائم رکھا اور یہ واقعہ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پیش خیمہ تھا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں اِس کی تعظیم، اس کے حج اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ابرہہ اور اُس کے لشکر کی تباہی اقوام عالم کے لیے واضح اشارہ تھا کہ صدیوں کے انتظار کے بعد اب سسکتی تڑپتی انسانیت جو ظلم وجبر اور جہالت کے سمندر میں غرق تھی اُس کا مسیحا اب اِس شہر سے طلوع ہو گا جو قیامت تک آنے والے مجبوروں بے بسوں کا والی ہو گا، بے آسروں کا آسرا ہو گا، نسل انسانی کے سب سے بڑے انسان، نبیوں کے سردار اور خدا کے محبوب، وجہ تخلیق کائنات کا ظہور اب اِسی شہر سے ہو گا اور پھر یہ شہر قیامت تک اربوں انسانوں کی عبادت گاہ ہو گا۔

**چاہِ زمزم کی کھدائی:**

مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے قریب ظہورِ زمزم کے بعد بنو جرہم کا قبیلہ آباد ہو گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں بہت سی بے اعتدالیاں در آئیں اور ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہ بیرون مکہ سے آنے والے لوگوں پر ظلم ڈھاتے، لوگوں کی طرف سے کعبہ معظّمہ کے لیے پیش کیے جانے والے تحائف اور ہدایا کھا جاتے، حرمت مکہ کا خیال نہ رکھتے۔ چنانچہ ان کی بے اعتدالیوں اور حجاج کرام پر ان کے ظلم اور زیادتیوں کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اعزاز واقتدار سے محروم کرنے اور مکہ مکرمہ سے نکالنے کا فیصلہ کیا تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ اور بنی خزاعہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ بنو جرہم شکست سے دوچار ہوئے ان کے سردار عمرو بن حارث بن مضاض نے کعبہ مشرفّہ کے نفیس اور بیش قیمت تحائف وہدایا کو چاہِ زم زم میں پھینک کر اسے مٹی سے اس حد تک پاٹ دیا کہ اس کا نام ونشان مٹ گیا کہ ہم تو مکہ کی سکونت اور زم زم پینے کی سعادت سے محروم ہو رہے ہیں بعد والے بھی زم زم نہ پی سکیں اور اپنے قبیلے سمیت یمن کی جانب فرار ہو گیا۔

اس واقعہ پر طویل مدت گزر گئی اور زم زم کا تذکرہ اور اس کا محل وقوع لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کے جد امجد سردار عبد المطلب کو ایک اعزاز سے اس طرح نوازا کہ وہ ایک دفعہ کعبہ کے سائے میں حطیم کے اندر اپنی مسند پر محوِ استراحت تھے کہ خواب میں کسی نے انہیں چاہِ زم زم کو کھودنے کا حکم دیا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ جناب عبد المطلب نے بیان کیا کہ میں حطیم والی جگہ پر سویا ہوا تھا کہ خواب میں کسی نے آکر مجھ سے کہا کہ "طیبہ" کی کھدائی کرو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ "طیبہ" سے کیا مراد ہے؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔

دوسرے دن پھر میں اسی جگہ سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنے والے نے مجھ سے کہا کہ "برہ" کو کھودو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ "برہ" سے کیا مراد ہے؟ وہ مجھے کوئی جواب دیے بغیر چلا گیا۔

اس سے اگلے دن پھر میں اسی جگہ سویا ہوا تھا کہ خواب میں کسی نے مجھ سے کہا کہ "مضنونہ" کی کھدائی کرو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ "مضنونہ" سے کیا مراد ہے؟ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ اس سے اگلے دن پھر میں وہیں سویا ہوا تھا کہ حسب سابق ایک آنے والے نے خواب میں مجھ سے کہا کہ "چاہِ زم زم" کی کھدائی کرو۔ (طیبہ' برہ اور مضنونہ یہ سب زم زم کے نام ہیں) میں نے اس سے دریافت کیا کہ "زم زم" کیا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ ایسا بابرکت پانی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ کبھی کم ہوگا۔ حج کرنے والے لوگ خواہ کتنی ہی تعداد میں آجائیں وہ سب کو سیراب کرے گا۔ وہ کنواں گوبر اور خون کے ڈھیر کے پاس جہاں لوگ جانور ذبح کر کے آلائشیں پھینکتے ہیں وہاں چیونٹیوں کے بل کے قریب اس جگہ پر ہے جہاں "غراب اعصم" (یعنی ایسا کوا جس کی چونچ اور ٹانگیں سرخ ہوں یا اس کا پیٹ اور پر سفید ہوں۔) آکر بیٹھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب سردار عبد المطلب کو خواب میں بار بار اس کنویں کی کھدائی کرنے کی ہدایت کی گئی اور انہیں اس کی جگہ کے متعلق بھی پوری پوری نشاندہی کر دی گئی تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ایک سچا خواب ہے۔

صبح ہوئی تو انہوں نے کدال سنبھالی اور اس وقت تک کے اپنے اکلوتے فرزند حارث کو ساتھ لیا اور صفا کے قریب جہاں اساف اور نائلہ کے پتھریلے مجسموں کے قریب لوگ ان بتوں کے نام پر جانور ذبح کر کے آلائشیں پھینکتے تھے ادھر متوجہ ہوئے تو خواب میں نشان دہی کے مطابق گوبر کے اس ڈھیر پر چیونٹیوں کے بل کے قریب ایک کوا آن بیٹھا۔ سردار عبد المطلب نے اس جگہ

کی کھدائی شروع کی تو کچھ کھدائی کرنے کے بعد کنویں کے نشانات مل گئے تو انہوں نے خوشی کے مارے "اللہ اکبر" کہا۔

قریش نے دیکھا کہ سردار عبدالمطلب کو ان کا مقصود مل گیا ہے تو انہوں نے آکر کہا کہ عبدالمطلب! یہ کنواں تو ہمارے باپ سیدنا اسماعیلؑ کا ہے، اس پر جس طرح آپ کا حق ہے بالکل اسی طرح ہمارا بھی اس پر حق ہے۔آپ ہمیں بھی اس میں شریک کریں۔

یاد رہے کہ جب سردار عبدالمطلب نے چاہ زم زم کی تلاش کے لیے کھدائی شروع کی تھی تو اس وقت انہی لوگوں نے رکاوٹ ڈالنے کی پوری پوری کوشش کی تھی مگر عبدالمطلب کو چونکہ اپنے خواب کے سچے ہونے کا پورا یقین تھا اس لیے انہوں نے قوم کی مخالفت کی پروانہ کی بلکہ یہ بھی کہا کہ اگر اللہ مجھے دس نرینہ اولاد سے نوازے تو میں ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ قوم کی طرف سے زم زم میں شراکت کے مطالبے کو سردار عبدالمطلب نے ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں تمہیں اس میں شریک نہیں کروں گا۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اللہ کی طرف سے تم سب میں سے یہ امتیاز صرف مجھ ہی کو دیا گیا ہے۔ پوری قوم نے ان کے خلاف ایکا کر لیا اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ انصاف کریں اور ہمیں بھی اس میں شریک کریں ورنہ اس کی خاطر ہمیں اگر آپ سے لڑائی بھی کرنا پڑی تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔

سردار عبدالمطلب نے جب قوم کے بدلتے تیور دیکھے تو اختلاف سے بچنے کی خاطر کہا کہ اچھا تم جسے چاہو اس معاملے میں حَکم مقرر کر لو وہ جو فیصلہ کر دے ہم سب اسے قبول کریں گے۔

قوم نے کہا کہ بنو سعد بن ہذیل کی معروف نجومی عورت کو ہم اس بارے میں فیصلے کے لیے منتخب کرتے ہیں۔ سردار عبدالمطلب نے کہا کہ مجھے اس کا فیصلہ منظور ہوگا۔ وہ عورت سرزمین حجاز اور شام کے درمیان مکہ مکرمہ سے دور دراز کسی جگہ رہتی تھی۔ چنانچہ سردار عبدالمطلب' بنو عبد مناف کے کچھ لوگ اور قریش کے ہر ہر قبیلے سے ایک ایک معتبر و معزز شخص قافلے کی صورت میں روانہ ہوئے۔ سفر طویل تھا اور بے آب وگیاہ ویران صحرا تھے، دوران سفر قافلے کے لوگوں کا پینے کا پانی ختم ہو گیا۔ سب کو اس قدر پیاس لگی کہ وہ موت کے قریب جا پہنچے۔ سردار عبدالمطلب کے مخالف گروہ کے پاس کچھ پانی ابھی موجود تھا۔آپ نے ان سے پانی طلب کیا تو انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور یہ مجبوری ظاہر کی کہ ہم اس وقت ایسی جگہ پر ہیں جہاں پینے کے لیے مزید پانی دستیاب نہیں، ہم اگر آپ کو پانی دے دیں تو ہم بھی مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔اس صورت حال میں عبدالمطلب نے اپنے رفقاء سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ رفقاء نے کہا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں آپ جو حکم دیں ہم وہی کریں گے تو عبدالمطلب نے کہا کہ ہم میں جس قدر ہمت ہے ہر کوئی اپنے لیے ایک گڑھا کھودے تاکہ ہم میں سے اگر کوئی آدمی مر جائے تو باقی لوگ اسے گڑھے میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دیں۔ اس طرح یہ ہوگا کہ ہم سب بغیر قبر کے مرنے کی بجائے صرف آخری آدمی بغیر قبر کے رہ جائے گا۔ سب نے کہا کہ آپ کی تجویز بہت اچھی ہے۔ چنانچہ سب نے گڑھے کھودے اور پیاسے بیٹھے موت کا انتظار کرنے لگے۔اسی دوران سردار عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمارا اس طرح اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دینا اور دوڑ دھوپ نہ کرنا اور زندگی بچانے کے لیے کچھ نہ کرنا انتہائی کم ہمتی ہے۔اٹھو! یہاں سے کوچ کریں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں کہیں سے پانی مہیا کر دے۔ ان کی یہ بات سن کر سب لوگ اٹھ کر کوچ کی تیاریاں کرنے لگے۔ان کے مخالفین یہ سب منظر دیکھ رہے تھے۔ سردار عبدالمطلب اپنی سواری کی طرف بڑھے۔اس پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو اللہ کی قدرت سے اونٹنی کے پاؤں کے نیچے سے شیریں پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

پانی کو دیکھ کر سردار عبد المطلب اور ان کے ساتھیوں نے خوشی سے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا۔ سب لوگ رک گئے۔ سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے پاس موجود تمام مشکیں اور مشکیزے بھی پانی سے بھر لیے۔

آپ کے مخالفین نے تو آپ کو پینے کے لیے پانی دینے سے انکار کر دیا تھا مگر عظیم القدر پوتے (حضرت محمدؐ) کے اس عظیم المرتبت دادا اور قریش کے خوش خصال سردار نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے اللہ نے ہمیں وافر مقدار میں شیریں پانی مہیا فرما دیا ہے۔ آؤ تم بھی پی لو اور اپنے مشکیزے بھی بھر لو۔ چنانچہ سب نے خوب خوب پانی پیا، اپنی ضرورتیں پوری کیں اور مشکیزے بھی پانی سے بھر لیے۔

یہ سارا منظر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سردار عبد المطلب کو ملنے والا اعزاز تھا۔ ان کا اخلاق دیکھ کر وہ سب کہہ اٹھے کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں اور ہمارے خلاف فیصلہ کر دیا ہے۔ اسی نے آپ کو زم زم کی سعادت سے نوازا ہے۔ اے سردار! اللہ کی قسم! ہم زم زم کے بارے میں کبھی بھی آپ سے تنازعہ نہیں کریں گے۔ آؤ یہیں سے واپس چلتے ہیں۔

چنانچہ سب لوگ وہیں سے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹ آئے اور اس کاہنہ (نجومی عورت) کی طرف نہ گئے۔[16]

سلسلۂ ابراہیمی کے ابتدائی معجزات میں سے زمزم کا چشمہ طویل عرصہ دین حنیف کے اعجاز کا ثبوت بنا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدی سے کچھ قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا محترم کے ہاتھ پر دوبارہ اس نعمت کا اعادہ فرما کر آئندہ آنے والے لوگوں پر آشکارہ کر دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کے سچے اور حقیقی امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

**ابن الذبیحین:**

"ابن الذبیحین" سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کا لقب ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو ذبح کیے جانے والوں کے بیٹے ہیں، ان میں سے ایک حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہیں، اور ان کے ذبح کا قصہ مشہور ہے، ان کے فدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا بھیج دیا تھا جس کو ان کے بدلے ذبح کیا گیا، اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لقب ذبیح اللہ ہے، اور دوسرے ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد "عبد اللہ" ہیں، ان کا قصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے عطا کیے تو میں ان میں سے ایک اللہ کے نام پر ذبح کروں گا، اور پھر اللہ نے انہیں دس بیٹے عطا کر دیے تو انہوں نے بیٹوں میں سے کسی ایک کو ذبح کرنے کے لیے قرعہ ڈالا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ کا نام نکلا تو عبد المطلب نے انہیں ذبح کا ارادہ کیا تو حضرت عبد اللہ کے ماموؤں نے انہیں منع کیا اور کہا کہ آپ اس کے بدلے سو اونٹ فدیہ میں دے دیں، چنانچہ عبد المطلب نے ایسا ہی کیا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب عبد المطلب نے زمزم کے کنویں کے کھودنے کا ارادہ کیا تو اس میں انہیں مشقت اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اس وقت ان کے اکلوتے بیٹے حارث ہی ان کے معاون تھے تو اس موقع پر انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے اس میں آسانی فرما دی تو میں اپنے ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کروں گا، چنانچہ زمزم کا کنواں جب تیار ہو گیا تو انہوں نے قرعہ ڈالا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ کا نام نکلا تو عبد المطلب نے انہیں ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور پھر بعد میں ان کے ماموؤں کے مشورہ پر اور بعض روایات کے مطابق ایک کاہنہ کی رائے پر سو اونٹ فدیہ میں دے دیے، اس لیے آپ کے والد ماجد کا لقب بھی "ذبیح" تھا۔

اسی وجہ سے ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أنا ابن الذبیحین "اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن الذبیحین کہا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔[17]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی عرب واہل کتاب دونوں میں یکساں مشہور تھی اگرچہ یہود اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ کے ساتھ اس واقعہ کا پیش آنا ربانی اشارہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام جن کو سب اپنا پیشوا مانتے ہو ان کی تشبیہ ومماثلت اور ان کی خوبیاں اللہ نے ان کے سلسلہ کی آخری کڑی خاتم الانبیاء میں ودیعت فرمادی ہیں۔ اگر تم ابراہیمی دین کے سچے دعوے دار ہو تو ان کے حقیقی وارث کی اتباع کرو۔

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کی پیشانیوں پر نور نبوت کا ظہور:**

حضرت کعب الاحبارؓ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک (ہوتے ہوتے) عبدالمطلب میں منتقل ہوا جب وہ جوان ہوئے تو ایک دن حطیم میں سو رہے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل لگا ہوا ہے اور خوبصورت لباس پہنے ہوئے ہیں۔ انہیں سخت حیرت ہوئی کہ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔ وہ آپ کے والد ماجد عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش میں قحط ہوتا تو وہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے اور دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نور (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے خوب بارش فرماتے تھے۔

اصحابِ فیل کے بادشاہ ابرہہ نے خانہ کعبہ گرانے کے لیے مکہ پر چڑھائی کی تو عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ جبل ثبیر پر چڑھے۔ اس وقت عبدالمطلب کی پیشانی میں نورِ مبارک چاند کی طرح گول ظاہر ہوا، اور خوب روشن ہوا، یہاں تک کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ عبدالمطلب نے یہ دیکھ کر قریش سے کہا: اب چلو، اس نور کا میری پیشانی میں اس طرح چمکنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔[18]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نکاح کے لیے لے کر گئے تو ایک یہودی کاہنہ کے پاس سے گزرے جس نے سابقہ کتب پڑھی ہوئی تھیں۔ اس کا نام فاطمہ خثعمیہ تھا۔ اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نورِ نبوت دیکھ کر عبداللہ کو اپنی طرف (نکاح کے لیے) بلایا مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔[19]

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور نبوت کے امناء کے لیے اس نور میں سے ایک حظ تھا جو ان کو عطا کیا گیا۔ نسل محمدی کی تقدیس کو اللہ نے اس نور سے آشکارا فرمادیا تھا تاکہ کل کو جب آپ دعویٰ نبوت کریں تو سلیم العقل لوگ اس کے قبول کرنے کو پہلے سے تیار ہوں۔

**حضرت عبداللہ کی مدینہ میں وفات اور تدفین:**

حضرت عبداللہ بغرضِ تجارت قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستہ میں بیماری کی وجہ سے مدینہ منورہ ٹھہر گئے۔ قافلہ جب واپس مکہ پہنچا تو عبدالمطلب نے دریافت کیا کہ عبداللہ کہاں رہ گئے؟ قافلہ والوں نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے اپنی نانہال بنی نجار کے پاس مدینہ ٹھہر گئے۔ عبدالمطلب نے فوراً ہی اپنے بڑے فرزند حارث کو مدینہ روانہ کیا مدینہ پہنچ کر معلوم ہو

اکہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا۔ایک ماہ بیمار رہے اور انتقال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں دار النابغہ میں مدفون ہوئے۔حارث نے واپس ہو کر عبد المطلب اور خویش و اقارب کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع دی جس سے سب کو سخت صدمہ اور ملال ہوا۔قیس ابن مخرمہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا مختلف اقوال کے میں وفات کے وقت آپ کی عمر ۳۰ یا ۲۵ یا ۲۸ یا ۱۸ سال کی تھی۔[20]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل ہی ہو گئی۔ گویا آپ یتیم پیدا ہوئے۔ایک یتیم بچہ کے اندر تعلیم و تربیت کا فقدان عام مشاہدہ ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یتیمی کے باوجود جن اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف تھے یہ علامت تھی کہ آپ کی تربیت کہیں اور سے ہو رہی ہے۔

مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت بننا تھا اگر غور کیا جائے تو اس کا انتظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا کی مدینہ میں شادی دادا کی وہاں ولادت اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی وہاں وفات و تدفین اور مدینہ کی قرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کی وفات و تدفین دار الہجرت کے ساتھ آپ کے قلبی لگاؤ کے لیے پیش بندی تھی۔آبائی وطن کو ترک کرنے میں اور دیار غیر کو اختیار کرنے میں قلبی انشراح نہیں ہوتا اس کا جبیرہ ان واقعات کے ذریعے کیا گیا۔

**نتائج بحث:**

اِرھاصات، نبوت کے مقدمات کے طور پر وقوع پذیر ہونے والے خوارق کو کہا جاتا ہے۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی ایسے بہت سے خوارق عادت امور کا ظہور ہوا۔ان خوارق کی مندرجہ ذیل اقسام کی جا سکتی ہیں:

۱۔اہل کتاب کے راہبوں کی طرف سے ان کی کتابوں کے حوالے سے کی جانے والی پیش گوئیاں۔

۲۔عرب میں پیش آنے والے واقعات و حوادث۔

۳۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ پیش آنے والے خصوصی حالات۔

۴۔خواب (خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کسی اور نے دیکھے یا بعثت کی بالکل ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے)

اہل کتاب سابقہ نبوت کے وارث تھے اور نبوت محمدیہ پر ایمان کے مخاطب بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ان کی طرف سے کی جانے والی پیش گوئیاں خود ان کے حق میں اتمام حجت تھا کہ جس نبی کے آنے کی تم خبریں بیان کرتے رہے یا تمہارے اکابرِ رہبان نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بحیثیت نبی قبل نبوت بھی پہچان لیا تھا اب نبوت ملنے کے بعد انکار عصبیت اور استکبار کے سوا کچھ نہیں جو کھلی گمراہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں سے تھے اس اعتبار سے عرب قرآن و نبوت کے اولین مخاطب عرب ہی تھے۔اہل عرب کے ساتھ پیش آنے والے واقعات نبوت محمدیہ کے قبول کرنے کی تمہیدات تھیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی عربوں میں مسلمہ حیثیت، واقعہ فیل، حجر اسود کی تنصیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار وغیرہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی حیثیت عربوں میں مسلم تھی۔ایسی شخصیت کی طرف سے دعوی نبوت کا ہونا مخاطبین کے لیے اسے ماننے کو کتنا آسان کر دیتا ہے۔اس اعتبار سے یہ اللہ پاک کا مخاطبین دعوت پر بہت بڑا احسان بھی تھا۔

نبوت محمدی کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی دوسرے نے جو خواب دیکھے (مثلاً آپ کے دادا نے یا

کسریٰ نے) یہ بھی مقدمات بعثت کی ایک کڑی تھی۔۔ قدیم دور میں لوگ خوابوں اور ان کی تعبیروں پر بہت یقین رکھتے تھے اور ان کے نزدیک خواب بھی ایک ذریعہ و وسیلہ تھا کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کا۔ لہٰذا اللہ پاک نے اپنے حبیب کی نبوت کو اس ذریعے سے بھی ثابت فرمادیا تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

إرھاصات چونکہ قبل از نبوت پیش آنے والے امور ہوتے ہیں۔اس دور کی روایات کے نقل میں اس طرح کی احتیاط جو کہ بعد از نبوت فرامین نبوی کے نقل کرنے میں برتی جاتی تھی کانہ ہونا ایک فطری امر تھا۔اس لیے بہت سے واقعات کی صحت پر کلام بھی کیا گیا ہے۔مقالہ ھذا میں واقعات کی استنادی حیثیت کی وضاحت سے بوجہ طوالت تعرض نہیں کیا گیا۔ارہاصات کی صحت کی جانچ کے لیے ایک مستقل مقالہ کی ضرورت ہے جس پر کوئی بھی محقق کام کر سکتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

## حواشی و حوالہ جات

[1] زبیدی، سید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی، تاج العروس، الجزء السابع عشر۔ (مطبعۃ الحکومۃ الکویت) تحقیق: ابراہیم الترزی، ص:۶۰۶

*Zubaydī Syed Muḥammad Murtaḍā, Tāj al-'rūs, (Maṭba't al-Ḥukūmat Kawait), Vol:17,P:606*

[2] حوالہ سابق

*Ibid*

[3] ابن منظور، علامۃ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری، لسان العرب۔ (دار صادر، بیروت)، ج:۷، ص:۴۴

*Afrīqī, Muḥammad bin Mukarrum bin #lī, Lisān al-'rab, (Dār Ṣādar, Berūit),Vol:07,PP:44*

[4] جرجانی، علامۃ علی بن محمد السید الشریف الجرجانی ۸۱۶ھ۔ ۱۴۱۳ عیسوی، معجم التعریفات۔ (دار الفضیلہ، مصر، ۲۰۰۴ء)، ص:۱۷

*Jurjānī, 'llāmat 'lī bin Muḥammad, Mu'jam al-Ta'rīfāt, (Dār al-Faḍīlat, Egypt:2004ac),P:17*

[5] تھانوی، محمد اعلیٰ تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، المحقق، رفیق العجم۔ علی دحروج۔ (مکتبۃ لبنان، لبنان، ۱۹۹۶ء)، ص:۱۴۱

*Thānwī, Muḥammad Ashraf 'ly Than*nwī, Kashāf Iṣṭlāḥāt al-Fonūn wa al-'ulūm, (Maktabah Lubnan:1996ac), P:141*

[6] تاج العروس، الجزء العاشر، ص:۱۸۴

*Tāj al-'orūs, Vol:10,P:184*

[7] سورۂ روم: آیت:۴۶

*Roūm, Verse:46*

[8] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ ۔(دار ابن کثیر، الیمامۃ ۔بیروت۔ الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ۔ تحقیق۔ مصطفیٰ دیب لابغا)۔ ج:۶، ص:۲۵۶۴، حدیث:۶۵۸۹

*Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Al-Jām' Al-Ṣaḥīḥ, (Dār Ibn-e-Kathīr, Al-Ymāmat, Berūit, Egypt:Edition 3rd, 1422ah),Ḥadith #6589,Vol:06,PP:2564*

9 ابن حجر، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی، فتح الباری۔ (ناشر دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹ م)۔ج: ۱۲، ص: ۳۷۶

*Ibn-e-Ḥajar, Aḥmad Bin 'lī bin Ḥajar al-'asqlānī, Fath al-Bārī, (Dār al-Ma'rifat, Berūit:1379ah), Vol:12,P:376*

10 محمد یاسین مظہر صدیقی، "مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی میں مخطوطات"، مجلّہ جہات الاسلام (جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء شمارہ:۱)، ج: ۹۔ ص: ۱۳۲

*Muḥammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, Mowlānā Aāzād Library, Muslim University may Makhtūotāt, Majallat Jihāt Al-Islām, July-Dec, 2015ac,Vol:09,P:132*

11 سیوطی، أبو الفضل جلال الدین عبدا لرحمن أبي بکر السیوطی ،الخصائص الکبریٰ ،(دار النشر،دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵م)، ج: ۱، ص: ۶۸

*Syūṭī, Abū al-Faḍal Jalāl al-dīn 'bd al-Raḥmān Abī bakar al-Syūṭī, Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,P:68*

12 ایضاً، ج: ۱، ص: ۸۰۔۸۵

*Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,PP:80-85*

13 سہیلی، امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی، الروض الانف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج: ۱، ص: ۲۸۰

*Imām Abū al-Qāsim 'bd al-Raḥmān bin 'bd Allāh, Al-Rawḍ al-Unuf, (Dār Al-Kutub al-'lmiyyat, Berūit), Vol:01,P:280*

14 جامی، نور الدین عبد الرحمن جامی، شواهد النبوۃ، (مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور) ص: ۴۹۔۵۰

*Jāmī, Nūr al-Dīn 'bd al-Raḥmān Jāmī, Shawāhid al-Nubowat, (Maktabah Nabwiyyat, Gunj Bakhsh Road, Lāhore), PP:49-50*

15 ابن کثیر، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی التوفی ۷۷۴ھ، البدایۃ والنھایۃ ، تحقیق وتدقیق علی شیری (دار أحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸م) ج: ۱۴ الجزء الثانی، ص: ۷۰۔۹۰/الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۷۵۔۷۷

*Ibn-e-Kathīr,Ḥāfiz 'mād al-dīn Ism*'īl bin 'amar, Al-Badāīah wa al-Nihāīah,(Dār Iḥyā, al-turāth al-'arbī,Berūit:1408ah), Vol:14,PP:70-90 / Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,PP:75-77*

16 الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۷۵۔۷۷

*Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,PP:75-77*

17 الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۷۵۔۷۷

*Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,PP:75-77*

18 القسطلانی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الملک القسطلانی القتیبی المصری التوفی ۹۲۳ھ، المواهب اللدنیۃ، (المکتبۃ التوفیقیۃ، القاهرۃ۔ مصر) ج: ۱، ص: ۱۳۳

*Al-Qusṭlānī, Abū al-'abbās Shahāb al-dīn Aḥmad bin Muḥammad, Al-Mawāhib al-Ludniyyat,*

*(Al-Maktabat Al-Tawqīfiyyat, Cario, Egypt), Vol:01,P:633*

[19] ایضاً، ج:۱، ص:۷۱/الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۷۰

*Ibid, Vol:01,P:71 / Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,P:70*

[20] کاندھلوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (کراچی: الطاف اینڈ سنز) ج:۱، ص:۴۶/الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۷۰/ سہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد السہیلی (المتوفی:۵۸۱ھ) الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، المحقق: عمر عبدالسلام السلامی (داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م) ج:۲، ص:۹۹

*Kāndehlwī, Mowlānā Muḥammad Idrīs, Sīrat al-Muṣṭfā (PBUH), (Alṭāf and Sons, Karāchī),Vol:01,P:46 / Al-Khaṣā,ṣ al-Kubrā, Vol:01,P:70 / Imām Abū al-Qāsim ‘bd al-Raḥmān bin ‘bd Allāh, Al-Rawḍ al-Unuf, (Dār Iḥyā, al-turāth al-'arabī, Berūit: Edition 1st , 1421ah), Vol:02,P:99*